باب#۱۱۴

# اُمورِ داخلہ، پہلا اعلامیہ


۶۳ اعلامیے کے اہم نکات

۶۵ کیا ہجرت کے بعد رسول اللہ کے مشن میں کوئی تبدیلی آگئی؟

۶۶ گفتگو کے موضوعات اور مصروفیات میں تبدیلی

۶۷ مدینہ میں ایک مرکزی حکومت کے قیام کا اعلان

۶۸ ایک مصلح سرگرم سیاسی میدان میں

۶۹ پہلی اسلامی حکومت کے لیے یثرب کا انتخاب کیوں؟

۷۱ غلبہ دین کے مشن میں رسول اللہ ﷺ کے اعلامیے کی اہمیت

۷۲ یہود اور منافقین کا اعلامیے پر ردِّ عمل

۷۳ اعلامیے کے اثرات و نتائج

۷۴ اعلامیے سے متعلق کچھ اشکالات

۷۷ ضمیمہ

۱۱۴واں باب

# اُمورِ داخلہ، پہلا اعلامیہ

مدینے میں رسول اللہ ﷺ کی پہلی مصروفیت مسجد کی تعمیر اور اقامتِ صلوٰۃ کے دوسرے اجزا تھے، جن پر غور و فکر جاری تھا۔ اِن امور میں ایک اہم مسئلہ مہاجرین کی آباد کاری بھی تھا۔ رسول اللہؐ نے کس طرح اِن مسائل پر توجہ دی، اِن پر ہم اپنی ترتیب کے مطابق ۱۱۸ویں باب میں گفتگو کریں گے۔ اِس باب میں ہم اُس اعلامیے پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں جس کو سیرت و تاریخ کی کتب میں میثاقِ مدینہ، معاہدہ، صحیفہ، کتاب، منشور مدینہ، دستاویز وغیرہ وغیرہ کے مختلف ناموں سے جانا جاتا ہے۔ اِس باب کے اختتام پر دیے گئے ضمیمے میں اس دستاویز کے مکمل متن کا اردو ترجمہ پیش کیا جارہا ہے۔

صادق و مصدوق مبارک لکھنے والے [یا لکھوانے والے] نے خود اس کے لیے کتاب [یعنی تحریر یا دستاویز] کا لفظ استعمال کیا تھا۔ اِس تحریر کے اجرا کے موقع پر اتنا ہی کافی تھا، مدینے کا ہر باسی جانتا تھا کہ آپ ﷺ کی کیا شان اور مقام و مرتبہ ہے اور آپؐ کی تحریر کی کس درجہ حیثیت و اہمیت ہے، مسلمان تو تھے ہی جاں نثار اور فداکار، سیاسی اور نفسیاتی طور سے ماحول ایسا بن گیا تھا کہ منافقین اور یہود کو بھی اِس کے خلاف بولنا تو کجا اُن کو تو دَم مارنے کی بھی مجال نہ تھی، خاموشی رضامندی کا اظہار بن گئی۔ ظاہر ہے یہ کیفیت ہمیشہ نہ رہی، بعد میں مورخین کو اِسے رپورٹ کرنے یا بیان کرنے کے لیے اِس کتاب کو ایک ایسا نام دینے کی ضرورت پیش آئی جو اس کے مندرجات کی عکاس ہو۔ پھر مختلف زبانوں میں اس کے تراجم میں مفہوم کو ظاہر کرنے کے لیے مختلف نام آتے رہے۔ اردو میں جو نام [میثاقِ مدینہ، دستور، معاہدہ، صحیفہ، کتاب، منشور مدینہ، دستاویز، چارٹر] معروف ہوئے اُن سے بہت خلط مبحث پیدا ہوا، گرچہ حقیقت کا عنصر ساری اصطلاحات میں کسی نہ کسی قدر موجود تھا۔

درحقیقت یہ نہ کوئی دستورِ ریاست تھا نہ ہی کچھ فریقین کے درمیان رضامندی سے طے پانے والا کوئی معاہدہ؛ دستور کے لیے دیگر اور بہت سارے لازمی امور درکار ہوتے ہیں جیسے اگر یہ دستور تھا تو

مقاصد سلطنت اقامتِ صلوٰۃ اور رشدُ وہدایت کا بیان ہونا چاہیے تھا، جیسے دستور پاکستان میں اُس کی قراردادِ مقاصد ہے، یا کہیے کہ مشن اسٹیٹمنٹ (Mission Statement) تو کوئی ہوتی، ایسی تو کوئی چیز اس میں شامل ہی نہیں تھی، جیسی کہ انہی ایّام میں سورہ حج آیہ ۴۱ میں خود اللہ تبارک و تعالیٰ نے مقاصدِ سلطنت کے طور پر بیان کی۔ یہ اگر معاہدہ تھا تو کس کے درمیان تھا، فریقین کے نمایندگان کون تھے، اُن کے نام کیا تھے اور اُنھوں نے کس دستاویز پر کب دستخط کیے تھے؟ در حقیقت حاکمِ وقت کی جانب سے یہ ایک ایسا اعلامیہ تھا جو حدودِ مملکت کا تعین، اس کے باشندوں کی شناخت، اس میں جاری نئے بنیادی قوانین کا اعلان کرتا اور کچھ پرانے قوانین کے تسلسل کو جائز قرار دیتا اور اُس کے دفاع کے اہتمام کے لیے باشندوں اور مختلف گروہوں کی ذمہ داریوں کو بیان کرتا تھا۔ اس میں دستور کا رنگ ضرور تھا مگر یہ ایک کامل دستور نہیں تھا اور یہ تحریر چوں کہ مملکت میں آباد مختلف گروہوں کی ذمہ داریوں کو بیان کرتی تھی تو لوگوں کو گمان ہوا کہ ضرور اِن گروہوں کی اس پر پہلے تائید لی گئی ہوگی، اس لیے اسے معاہدے کا نام دے دیا گیا۔ ہمارے فہم کے مطابق یہ حاکم مدینہ ﷺ کی جانب سے طویل غور و فکر اور مشاورت کے بعد تائید اور حکم الٰہی سے جاری کردہ ایک آرڈی ننس/اعلامیہ تھا جس کی سب پر پابندی لازمی کی گئی تھی، کسی نے اِس سے اختلاف کا اظہار نہیں کیا اور یہ نافذ ہو گیا۔ حکم جاری ہونے کے بعد کوئی مسلمان تو رسول اللہ ﷺ سے اختلاف کر کے مسلمان رہ ہی نہیں سکتا تھا، رہے یہود، وہ گاہے گاہے اس اعلامیے کی خلاف ورزی کرتے رہے جس کی پاداش میں جلاوطن ہوئے اور اجتماعی سزائے موت سے دوچار ہوئے، یہاں تک کہ مدینہ اُن سے خالی ہو گیا۔ اِس اعلامیے کے کیا اثرات و نتائج ہوئے، اِس پر مستشرقین کے کیا اعتراضات ہیں اور کیا معانی آفرینیاں ہیں، اِن پر بعد میں گفتگو کریں گے۔ ذیل کی سطور میں فقیر اس کے اہم نکات کا خلاصہ پیش کر رہا ہے جیسا کچھ وہ اس سے سمجھ پایا ہے۔ اردو میں شق وار مکمل متن ضمیمے کے طور پر اس باب کے بعد منسلک ہے۔

## اعلامیے کے اہم نکات

۱. یہ حکم نامہ [policy statement] اللہ کے رسول محمد (ﷺ) حاکمِ مدینہ کی جانب سے قریش اور اوس و خزرج کے اہلِ ایمان اور ان کے حلیف یہود قبائل [بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ] کی

حیثیتوں کو متعین کرتا، اُن کے حقوق بیان کرتا اور فرائض کے باب میں اُن کو کچھ امور کا پابند کرتا ہے اور یہ سب مجموعی طور پر ایک وحدت [۲۳] ہیں۔

۲. محمد ﷺ کو اللہ کا رسول تسلیم کرنے والے تمام مسلمان، حجاز میں بسنے والے دوسرے تمام انسانوں سے ممتاز و ممیز ایک علیحدہ نظریاتی اکائی ہیں، یہ تمام اہلِ ایمان، کفارِ قریش سے انتقام لینے میں اور اُن کے حملہ آور ہونے کی صورت میں، دفاع کے لیے ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔

۳. مہاجرین ہوں یا اوس و خزرج کے قبائل یا یہود کے قبائل تمام دیتوں، خون بہا اور قیدیوں کے فدیہ وغیرہ کے معاملات میں اپنے اپنے قبیلے کے طے شدہ رواج اور اصول و ضوابط پر عمل کریں گے، نئی حکومت اس میں کوئی تبدیلی نہیں کر رہی ہے۔ یثرب کا کوئی غیر مسلم، قریش مکہ کو اور اُس کے حامیوں کو کوئی مالی یا جانی یا کسی طرح کی پناہ نہیں دے سکے گا اور نہ مسلمانوں کے مقابلے پر قریش کی حمایت و مدد کرے گا۔ ہر تنازعے کے آخری فیصلہ کے لیے اللہ کے رسول [محمد ﷺ] کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

۴. تمام یہود، اُن کے حلفا و موالی، مسلمانوں کے ساتھ ایک جماعت [ایک مقامی مفادات کی حامل وحدت] متصور ہوں گے۔ یہودیوں میں سے جو بھی مسلمانوں کا ساتھ دے گا تو اُسے شہری حقوق میں حکومت کی مدد حاصل ہو گی اور حکومت کی جانب سے حصولِ انصاف میں سب مساوی حیثیت کے مالک ہوں گے۔ اِن (یہود) پر نہ تو ظلم کیا جائے گا اور نہ ہی ان کے خلاف اُن کے کسی (دشمن) کی مدد کی جائے گی۔ یہودی جب مسلمانوں کے ساتھ مل کر جنگ کریں گے تو وہ اپنے حصے کے جنگی اخراجات خود ہی برداشت کریں گے۔ یہودی اپنے دین پر [رہنے کے لیے] آزاد ہوں گے اور مومن اپنے دین پر کاربند رہیں گے، تاہم یہود کے آپس کے اور یہود کے دوسروں [اوس اور خزرج] سے اختلافات کا فیصلہ نبی اکرم ﷺ کریں گے۔۔ اس حکم نامے کو تسلیم کرنے والوں کے

---

۲۳ یہ بات نوٹ کرنے کی ہے کہ مدینے کے تمام باسی سارے پرانے اختلافات اور دشمنیوں کو بھلا کر، یکجا رہنے اور مشترکہ تاریخی قدیمی معاہدات و تعلقات اور دفاعی و معاشی تعاون کی بنا پر ایک وحدت ہیں؛ نہ کہ ایک عقیدے کی بنیاد پر۔

خلاف اگر کوئی جنگ کرے گا تو تمام شرکا [مدینے میں آباد تمام قبائل عرب و یہود] ایک دوسرے کی مدد کریں گے تمام فریقوں کے لیے حدودِ یثرب کا داخلی علاقہ [جوف] حرمِ مقدس کی حیثیت رکھے گا [جہاں جنگ حرام ہو گی]۔

**۵.** یثرب پر جو بھی حملہ آور ہو اُن کے مقابلے میں مسلمانوں اور یہودیوں پر لازم ہو گا کہ وہ ایک دوسرے کی مدد کریں۔ اگر یہودیوں کو صلح کر لینے اور اس میں شرکت کی دعوت دی جائے گی تو وہ اسے قبول کر لیں گے۔ اسی طرح اگر یہودی مسلمانوں کو شرکت کی دعوت دیں گے تو اسے قبول کرنا بھی ان پر لازم ہو گا۔ سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ کے دین کی مخالفت میں جنگ کرے گا تو اس سے صلح نہیں کی جائے گی۔ اس حکم نامے کے ذریعے ہر شخص اور ہر گروہ کو یثرب کے اسی حصے کی مدافعت و حفاظت کا پابند کیا گیا ہے جہاں وہ رہتا ہے۔

## کیا ہجرت کے بعد رسول اللہ کے مشن میں کوئی تبدیلی آ گئی؟

مستشرقین ایک سوال بڑی شدت سے اُٹھاتے ہیں اور ہمارے مغرب سے مرعوب مسلمان بھی اس سوچ میں پڑ جاتے ہیں کہ اس سوال کا جواب کیا ہے؟ سوال یہ ہے کہ مدینے آتے ہی نبی ﷺ کا مشن، دعوتِ توحید اور تزکیہ نفس سے ایک دم تبدیل ہو کر سیاسی رنگ کیوں اختیار کر لیتا ہے۔ وہ یہ تک کہتے ہیں کہ قرآن کا مدنی اسلوب مکی اسلوب سے بالکل مختلف کیوں ہو جاتا ہے۔ جاننا چاہیے کہ دعوت میں کوئی تبدیلی نہیں آئی، تزکیے اور تلاوتِ آیات کا کام اور زیادہ تن دہی سے انجام دیا جانے لگا، لیکن ماحول میں ایک بہت بڑی تبدیلی آئی۔ ہم آپ کے سامنے دونوں ماحولوں کا ایک جائزہ رکھتے ہیں پھر آپ سے سوال کریں گے کیا اِن دونوں ماحولوں میں یکساں گفتگو ہو گی؟ اور موضوعات بھی دونوں جگہ ایک ہی رہیں گے؟

**مکے میں** باشندگان کی جانب سے دعوتِ توحید کو مسترد کیے جانے کے بعد اللہ کے رسولؐ کے چاروں طرف وہ لوگ تھے جو اُسؐ کے نہ صرف پیغام کے انکاری تھے بلکہ اُسؐ سے نظریاتی دشمنی نے اُن کو جانی دشمن بنا دیا تھا، اُس کے چہار جانب جو کچھ لوگوں کے دلوں میں تھا وہ اُن کی زبانوں پر تھا، دشمن بھی

سارے کھلے تھے اور دوست بھی نذرو جاں نثار، کسی بھی دشمن کو اپنی دشمنی چھپانے کی ضرورت ہر گز نہ تھی اور اگر ضرورت بھی ہوتی تو وہ ایسے بہادر لوگوں کے درمیان تھا جو مرنا پسند کرتے تھے دشمنی کو چھپا کر دوستی ظاہر کرنا اُن کو آتا نہ تھا اور نہ دوستوں کی جرأت کو کسی تقّیہ کی حاجت تھی۔

**مدینے میں** اُسؐ کے چاروں جانب وہ لوگ تھے جو آپؐ کے نہ صرف پیغام کے اقراری تھے بلکہ آپؐ کے جاں نثار اور جانی دوست تھے، اُنؐ پر باشندگان مدینہ کی فداکاری کا عالم یہ تھا کہ اگر کوئی اُنؐ کو ٹیڑھی آنکھ سے دیکھتا تو اُس کی آنکھ نکال لی جاتی۔ اس ماحول میں جن لوگوں کی چودھراہٹ اور عبداللہ بن اُبی کی مجوزہ زیرِ تشکیل حکومت میں ملنے والے مناصب مارے گئے تھے اُن کے دلوں میں جو سانپ لوٹ رہے تھے وہ زبانوں سے پھنکار نہیں سکتے تھے، دلوں میں کچھ اور زبانوں سے کچھ اور الاپنے والا ایک مختصر سا ہی سہی مگر دشمنوں کا ایجنٹ بن جانے والا ایک ٹولہ، منافقین کی شکل میں مسلمانوں کی صفوں میں موجود تھا۔ صبح شام اللہ اللہ کرنے والا دشمن بھی بہادر نہ تھا، یہ یہود تھے سدا کے کم ظرف اور سدا کے بزدل جھوٹے اور دھوکے باز، دل کی دشمنی کو زبان پر لا ہی نہیں سکتے تھے، حالاں کہ اظہارِ دشمنی کے لیے وجوہ معقول تھیں اور مدینے کے لوگ اس دشمنی پر اُنھیں معذور جانتے لیکن دشمنی کے اظہار کا مطلب توڈائی لاگ / مکالمے کا آغاز تھا۔ دلیل کا میدان تو یہ گروہ جیت ہی نہ سکتا تھا، چناں چہ یہود نے مدینے میں دم دبا کر بیٹھنے اور وار کرنے کے لیے موقع کا انتظار کرنے کا فیصلہ کیا، تین مختلف غزوات کے بعد اِن قسمت کے ماروں کو موقع مناسب نظر آیا اور تاک کر وار کیا، شومئ قسمت ہر مرتبہ وار اوچھا پڑا اور مارے گئے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اِن کے گزشتہ ۱۴سو برس کے جرائم [مصر سے نکلنے سے لے کر ریاستِ مدینۃ النبی ﷺ میں جاری مکالمے تک] کا پول کھولنا شروع کر دیا تھا۔

## گفتگو کے موضوعات اور مصروفیات میں تبدیلی

مکے اور مدینے کے ماحولوں کی تبدیلی کو جان لینے کے بعد اب ذرا آپ ہی بتائیں کہ مدینے میں تو سارے ہی آخرت کے ماننے والے ہیں کس کو آخرت پر آفاق و انفس سے وہ دلیلیں دی جائیں جیسی مکے میں دی جارہی تھیں۔ منافقین تو مسلمانوں کے بھیس میں ہیں اور یہود تو پہلے ہی سے جنت کے ٹھیکے دار

تھے اُن سے سوائے اس کے کیا کہا جاتا کہ اگر ایسے ہی اللہ کے محبوب ہو اور جنت تمھارے لیے بے قرار ہے تو مرنے کی آرزو کرو۔ یہی حال دعوتِ توحید کا تھا، سارے ہی اقراری تھے کس کو اقرار پر آمادہ کرتے ۔مکے میں کون سے ایسے عمرانی و سیاسی مسائل تھے جن کے نبٹانے کی ذمہ داری مسلمانوں کے سپرد کی گئی تھی، وہاں تو جینا دوبھر تھا، کعبۃ اللہ تو کجا دارِ ارقم تک میں باآواز بلند اذان و نماز باجماعت کا اہتمام ناممکن تھا۔ وہاں کیوں کر اقامتِ صلوٰۃ کی تفصیلات آتیں۔ کون سے دشمن چڑھائی کرنے والے تھے کہ جہاد و قتال کی تیاری ہوتی اور دفاعی انتظامات طے کیے جاتے۔

نبی ﷺ کی گفتگو کے موضوعات اور مصروفیات میں تبدیلی کی انتہا تو یہ رہی کہ بڑھتی ہوئی ذمہ داریوں اور مصروفیات کی بنا پر خود اللہ تعالیٰ نے تہجد کی نماز میں آدھی آدھی رات کھڑے ہونے میں تخفیف فرما دی۔ نبی ﷺ کی جانب سے جاری ہونے والا سیاسی اعلامیہ ایسا نہ تھا جو اچانک آپؐ کے خیال میں آگیا ہو بلکہ حالات کا ایک تسلسل ہے جو آپؐ کو یہاں تک لایا ہے اس کا اپنا ایک پس منظر ہے۔ طائف سے واپسی کے ساتھ ہی رسول اللہ ﷺ نے مکہ سے باہر کہیں حکومت سازی کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا تھا۔ اسی بنا پر عرب قبائل کے سرداروں نے آپؐ پر ایمان لانے اور آپؐ کو ایک مرکز مہیا کرنے کے لیے یہ شرط پیش کی کہ آپؐ کے بعد اسلامی مملکت اور حکومت کے وہ وارث ہوں گے۔ اہلِ مدینہ نے یہ شرط نہ رکھی بلکہ جنت کے عوض آپؐ کے سامنے اپنا شہر پناہ رکھ دیا کہ آپؐ یہاں تشریف لے آئیں اور ایک حکومت قایم کریں، سارے عرب سے دشمنی مول لینے کا زبان سے اعلان کیا اور آپؐ کو ایک مورچہ مہیا کیا اور خود سپاہی بن کر پروانہ وار شہید ہونے کے لیے تیار ہو گئے۔ ماحول بدل گیا احوال بدل گئے، خود بخود موضوعات بدل گئے اور لہجوں میں فرق آگیا، فرق کیوں نہ آتا!

## مدینہ میں ایک مرکزی حکومت کے قیام کا اعلان

رسول اللہ ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ آئے تو وہاں کوئی مرکزی حکومت نہیں تھی۔ انصار مدینہ کے دونوں قبائل، اوس اور خزرج اور تین یہودی قبائل اور ارد گرد کے دیگر قبیلوں نے ایک دوسرے کے ساتھ مل کر اور لڑ کر رہنا سیکھ لیا تھا اور اُس کے قواعد و ضوابط تحریری نہ سہی لیکن روایات میں بہت عمدگی سے منضبط تھے۔ قبیلوں کے اندر سردارِ قبیلہ کی حکومت ہوتی تھی اور روایات سے اُس کا

تقرر بھی بہت منضبط تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ پہنچتے ہی ایک اعلامیے کے ذریعے سارے قبیلوں کو ملا کر ایک ریاستی نظم قائم کیا جو ریاست مدینہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اِس اعلامیے کی رُو سے قبائل کے سرداروں کے کچھ حقوق اور طریقے علیٰ حالہٖ برقرار رکھے گئے مگر آپؐ کو سربراہ مملکت کا اور تمام تنازعات کا آخری فیصلہ کرنے والا کردار عطا کیا گیا۔ مدینے کے دفاع کے لیے ایک ضابطہ بن گیا۔ مدینے کو ایک حرم کی حیثیت مل گئی۔ تمام باشندگانِ یثرب کو امن وامان کا پیغام مل گیا۔ اس مرکزی حکومت کے قایم ہو جانے کا اعلان کرنے کے لیے آپؐ کی جانب سے ایک تحریری فرمان جاری کیا گیا، یہی وہ زیرِ بحث تاریخی تحریر، ہاتھی کی مانند کھڑی ہے جو مورخین کو اُن کے پسندیدہ پہلوؤں پر نظر مرکوز رکھنے کی بناپر بہت سارے ناموں سے دکھائی دیتی ہے۔

رسول اللہ محمد ﷺ کی جانب سے سنہ ۶۲۲ میں جاری کی جانے والی یہ دستاویز پالیٹیکل ہسٹری اور پالیٹیکل سائنس میں دنیا کی کسی بھی حکومت یا کسی بھی سلطنت کے فرماں روا کی جانب سے مملکت کے باسیوں اور اُن کے مختلف گروہوں کے حقوق وفرائض کے بارے میں نافذ کی جانے والی یہ اوّلین تحریری دستاویز ہے جو ایک سلطنت میں مختلف انسانی گروہوں کو منصفانہ حقوق عطا کرنے کے ساتھ ایک عادلانہ ضابطے کا پابند کرتی ہے، یوں تاریخِ انسانی میں تحریر کیے جانے والے تمام بین الاقوامی معاہدوں، سلطنتوں کے دساتیر، اُن کے منشور اور پالیسی اعلامیوں کا یہ نقطہ آغاز ہے۔ دنیا کی سیاسی اور حقوقِ انسانی کی تاریخ میں اِس نوع کی، جس تحریری دستاویز کی بڑی دھوم ہے، یعنی میگنا کارٹا، وہ محمد ﷺ کی جاری کردہ اس تحریر کے چھ سو برس بعد ۱۲۱۵ء میں معرضِ تحریر میں آئی۔ مختلف مورخین نے رسول اللہ ﷺ کی جاری کردہ اس دستاویز کو کم، زیادہ دفعات میں تقسیم کیا ہے جو کسی کے پاس ۵۰ سے کم نہیں ہیں اور کہیں بھی ۵۵ سے زاید نہیں بنتی ہیں۔

## ایک مصلح سیاسی میدان میں کیوں کر سرگرمِ عمل ہو گیا

مستشرقین حیران ہیں اور اسلام کے لیے شرم ساری سے مدافعانہ باتیں کرنے والے کلمہ گو منافقین کے لیے بھی یہ بڑی حیرت کی بات ہے کہ ایک مذہبی رہ نما اور مصلح سرگرم سیاسی میدان میں کیوں آ گیا اور ریاست و حکومت کی باتیں کرنے لگا۔ مگر اہلِ ایمان جانتے ہیں کہ اِس میں کسی اچنبھے کی

بات نہیں کہ یہاں آتے ہی ایک ریاست و حکومت کی صورت گری شروع ہو گئی! معترضین سوال اُٹھاتے ہیں کہ کیا پہلے سے مجوزہ بلکہ طے شدہ عبداللہ بن ابی کی حکومت مناسب نہیں تھی؟ یہاں یہ بات ذہنوں میں صاف ہونی چاہیے کہ مسلمان محض پناہ لینے کے لیے یثرب نہیں آئے تھے، اگر بقائے باہمی کے ساتھ بغیر ریاست ہی کے رہنا تھا تو بین الاقوامی شہر مکہ ہی کیا برا تھا۔ ابو طالب کی موت سے قبل قریش نے آخری کوشش کر لی تھی کہ محمد (ﷺ) عرب و عجم کو زیرِ نگیں کرنے کی باتیں چھوڑ دے اور کچھ مل جل کر رہنے کی صورت نکال لی جائے۔ مگر محمد ﷺ تو اُسی ایک بات پر قایم تھے جس پر وہ چھ برس قبل چچا ابو طالب کے ساتھ سرداران قریش کی دوسری نشست میں تھے کہ.....
ایک ہاتھ پر سورج اور ایک ہاتھ پر چاند رکھ دو تو بھی میں اپنے مشن سے نہ ہٹوں گا، پھر یا تو اس راہ میں مارا جاؤں یا کامیاب ہو جاؤں!

## پہلی اسلامی حکومت کے لیے یثرب کا انتخاب کیوں؟

یہ بات بھی سمجھنے کی ہے کہ پناہ لینے کے لیے تو اور بھی جگہیں تھیں، مدینے کا انتخاب تو کیا ہی اس لیے گیا تھا کہ یہاں ایک منظم حکومت قایم کر کے مکہ کی تجارتی شہ رگ کو کاٹ کر قریشِ مکہ کو جھکنے پر مجبور کیا جائے گا۔ اور پھر مکہ سے سارے حجاز اور ساری دنیا میں اللہ کے پیغام کو پھیلایا جائے گا۔ محض پناہ گزینی کے لیے حبشہ نے بہت اچھی جگہ پہلے ہی فراہم کر دی تھی، وہاں کا سربراہِ مملکت بھی ایمان لا چکا تھا، لیکن سارے حجاز اور پھر ساری دنیا میں غلبہ دین کی تحریک کے لیے حبشہ ایک مناسب مقام اوّلاً اِس لیے نہیں تھا کہ مقامی باشندوں کی اکثریت ہم نوا نہیں تھی ثانیاً اُس کی اسٹریٹجک پوزیشن ایسی نہیں تھی کہ وہاں سے سارے عرب کو زیرِ نگیں کیا جا سکتا۔

اس کے مقابلے میں ابھی چند مہینے قبل عقبہ کی وادی میں جب یثرب سے مسلمان آپؐ کو مدینے بلانے آئے تھے تو اُنھوں نے درج ذیل امور پر بیعت کی تھی:

1. چستی اور سستی ہر حال میں بات سنیں گے اور مانیں گے۔
2. تنگی اور بدحالی، ہر حال میں مال خرچ کریں گے۔

۳. بھلائی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔
۴. اللہ کی راہ میں اُٹھ کھڑے ہوں گے اور اللہ کے معاملے میں کسی ملامت گر کی پرواہ نہیں کریں گے۔
۵. اور جب میں تمھارے پاس آجاؤں گا تو میری مدد کروگے اور جس چیز سے اپنی جان اور اپنے بال بچوں کی حفاظت کرتے ہو اس سے میری بھی حفاظت کروگے۔
۶. ہم اہل حکومت سے حکومت کے لیے تنازعہ نہیں کریں گے

بیعت کی یہ شقیں خصوصاً آخری شق یہ بتارہی ہے کہ آپؐ کو نہ صرف مدینے کے سربراہِ مملکت کی حیثیت سے تشریف لانے کی دعوت دی جارہی ہے بلکہ یہ کہ اہلِ مدینہ آپؐ سے حکومت کے معاملے میں کوئی فرمایش نہیں کریں گے اور تقسیم مناصب حکومت پر کوئی اعتراض نہیں کریں گے۔ اسی نشست کی ایک اور گفتگو ملاحظہ فرمائیے:

"ابو الہیثمؓ بن التیہانؓ نے بات کاٹتے ہوئے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! ہمارے اور یہود کے درمیان معاہدے ہیں، ہمیں اُن کو ختم کرنا ہوگا اور یہود سے قطع تعلق بھی کرنا ہوگا۔ اگر ہم ایسا کر گزریں پھر اللہ آپؐ کو غلبہ عطا فرمائے تو اس بات کا امکان تو نہیں کہ آپؐ اپنی قوم کے پاس واپس آجائیں اور ہمیں چھوڑ دیں۔ نبی ﷺ مسکرائے اور فرمایا نہیں، یہ حلیفانہ معاہدہ ہوگا، خون کا انتقام لینے یا خون معاف کرنے میں ہم ایک ہوں گے۔ ذمے داری اکٹھی ہوگی، میں تم میں سے ہوں گا اور تم مجھ سے ہوگے۔ جس سے تمھاری لڑائی ہوگی، میری بھی اُس سے لڑائی ہوگی۔ جس سے تم صلح کروگے، اُس سے میری بھی صلح ہوگی۔ یا بعض روایات کے مطابق یہ سن کر آپ ﷺ مسکرائے اور پھر فرمایا: "(نہیں) بلکہ تم لوگوں کا خون میرا خون اور تم لوگوں کی بربادی میری بربادی ہے۔ میں تم سے ہوں اور تم مجھ سے ہو۔ جس سے تم جنگ کروگے اس سے میں جنگ کروں گا اور جس سے تم صلح کروگے اس سے میں صلح کروں گا۔" [کاروانِ نبوت جلد ہفتم صفحہ ۳۷۳]

اوپر مذکورہ گفتگو سے اہلِ یثرب کی پیش کش بہت واضح ہے کہ نہ صرف حکومت آپؐ کی ہوگی بلکہ آپؐ ہمارے کیے ہوئے سابقہ معاہدوں کو بھی مسترد کرسکیں گے۔ اور اسی گفتگو کے دوران کسی نے

جب آپؐ سے دریافت کیا کہ ہمارے اس تعاون سے اللہ آپؐ کو غلبہ عطا فرمادے گا تو ہم کو کیا ملے گا، آپؐ نے برملا کہا جنّت، یعنی یہ کہ اہلِ مدینہ سے یہ تعاون کسی دنیاوی مال و دولت اور انعام کے بدلے نہ ہی حکومت میں کسی شراکت کی بنیاد پر حاصل کیا جارہا ہے، یہ غلبہ دین یا حکومت سازی دین کا ایک حصہ ہے اور اس میں سارے کام جنت کے عوض اللہ سے اجر کی امید پر ہیں۔

الغرض یہ سوال کہ مدینے آتے ہی ریاست و حکومت کی باتیں کہاں سے آگئیں؟ سوال کرنے والوں کی اُس دَور میں جاری کشمکش سے، اسلام کے مقاصد سے اور نبی ﷺ کے مشن سے کاملاً لا علمی کا سوال ہے یا جان بوجھ کر رسول اللہ ﷺ کو اور اسلام کو مطعون کرنا مقصود ہے۔

امام بخاریؒ کی روایت کے مطابق بنو خزرج کے سردار سعد بن عبادہؓ نے ہجرت سے قبل مدینے کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ باہمی خانہ جنگی کے ماحول سے تنگ آکر یثرب اور اس کے ارد گرد بحیرہ (سمندری پٹی) کے قبائل نے ایک مشترکہ حکومت کے قیام پر اتفاق کر لیا تھا اور بادشاہ کے طور پر عبد اللہ بن ابی کا انتخاب بھی کر لیا تھا۔ سب معاملات طے ہو گئے تھے اور عبد اللہ بن ابی کی بطور حکم راں تاج پوشی کا مرحلہ بس باقی تھا کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لے آئے اور یہ سارا منصوبہ تبدیل ہو گیا۔ اِس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ماحول ایک نئی حکومت کے قیام کے قریب پہنچ گیا تھا مگر عبد اللہ بن ابی کے سر پر تاج رکھنے کی نوبت [۲۴] قریب تھی کہ اس **اعلامیے** کے ذریعے محمد ﷺ کی حکومت کا اور حکومت کے بنیادی ضوابط کا اعلان ہو گیا۔

## اظہارِ دین [غلبہ دین] کے مشن میں رسول اللہ ﷺ کے اعلامیے کی اہمیت

رسول اللہ، محمد ﷺ کے غلبہ دین کے مشن میں اس اعلامیے کو کئی حوالوں سے ایک مرکزی اور محوری مقام حاصل ہے، اس اعلامیہ کے ساتھ ہی ایک باقاعدہ اسلامی مملکت کا وجود ظاہر ہو گیا جو غلبہ دین حق کی خشت اول تھی۔ اوس اور خزرج کے قبائل کے درمیان ساری انانیت اور تکبر کی کشاکش کی بنیاد ہی ڈھادی گئی ایک اللہ کی کبریائی کے آگے بندوں کی کبریائی کا کوئی موقع ہی نہ رہا۔ بندوں نے اللہ

---

۲۴ فقیر کو گمان ہے کہ بنو قریظہ کے سناروں نے عبد اللہ بن ابی کو رقم واپس کر دی ہو گی........اس طرح تو ہوتا ہے اس طرح کے کاموں میں!

سے تعلق جوڑا اور آخرت کی خاطر دنیا کو ٹھوکر ماری تو دورِ جاہلیت کے رسم و رواج تو دور کی بات ہے جاہلی شاعری، موسیقی اور وقت گزاری کے لیے کوئی گنجایش نہ رہی۔ اس اعلامیے کا ایک اثر یہ ہوا کہ لمحوں میں مدینے میں ایک مرکزی نظام وجود میں آگیا۔، جس میں تمام قبائل عرب اور بنو اسرائیل [یہود] کو جائز حقوق عطا کیے گئے، جس کی بنا پر یہود کے لیے نہ چاہتے ہوئے بھی اِس حکم نامے کے خلاف بولنا ممکن نہ رہا۔

جیسا کہ ہم یہ واضح کر چکے ہیں کہ مورخین نے اس دستاویز/اعلامیے کے ظاہر کو دیکھ کر اس کو مہاجرینِ قریش، انصار اور یہود کے درمیان ایک معاہدہ قرار دے دیا۔ مسلمانوں کو سیدھی اور انصاف کی راہ چلنے اور اُن تمام معروف باتوں کو اپنانے کے لیے ایسی کسی تحریر کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں تھی، وہ تو اُن تمام امور پر جن کو مسلمانوں کے لیے اِس دستاویز یا اعلامیے میں گنوایا گیا ہے پہلے ہی عمل کر رہے تھے اور اُن کا لیڈر اُن کو جس رستے پر چاہ رہا تھا لے کر جا رہا تھا۔ انصار کا تو بس رسالت کا اقرار ہی اس بات کی ضمانت تھی کہ وہ محمد ﷺ کی ہر بات پر بلا چون و چرا عمل کریں گے۔ اسی لیے مسلمان باہم اس طرح شیر و شکر تھے کہ اب ان کو کسی عہد و پیمان کے ذریعے ایک دوسرے کی مدد کرنے پر آمادہ کرنے کی مزید ضرورت نہیں تھی۔ امام مسلمؒ حدیث لاتے ہیں کہ اسلام میں کوئی حلف نہیں اور جاہلیت کا کوئی حلف ہو تو اُسے اسلام مزید پختہ ہی کرتا ہے۔(مسلم فضائل الصحابہ، باب المواخاۃ) جو کچھ اُس اعلامیے میں مسلمانوں کے لیے کرنے کے کام گنوائے گئے ہیں وہ کفار و منافقین کے یہ جاننے کے لیے ہیں کہ مسلمان اب کیا روّیہ اختیار کریں گے، ہشیار باش!!

## یہود اور منافقین کا اعلامیے پر ردِّ عمل

اس اعلامیے کے جاری ہو جانے اور اِس پر منافقین اور یہود کی جانب سے کسی بھی طرح کا ذرّہ برابر اعتراض نہ آنے سے اِس کی قبولیت اور ایک نوع کا عہد بن جانے کا عندیہ مل گیا اور نبی ﷺ کی بحیثیت حکم راں تسلیم کیے جانے کا ناقابلِ انکار اعلان ہو گیا جب کہ کسی یہودی نے آپؐ کے ہاتھ پر حکم رانی تسلیم کرنے کی نہ بیعت کی اور نہ آپؐ کو حاکم ماننے کا اعلان کیا لیکن تمام تنازعات آپؐ کے پاس لائے جاتے رہے اور عملاً آپؐ کی حیثیت ایک حکم ران کے طور پر معروضی حقیقت تسلیم کر لی گئی۔ چناں چہ

جب بھی یہود نے اس اعلامیے کی خلاف ورزی کی اُسے بدعہدی سے ہی تعبیر کیا گیا اور اُن کو سزا دی گئی۔ مختلف اوقات میں انھوں نے باقاعدہ مجلس منعقد کر کے عہد وفاداری کی تجدید کی۔ ان سارے زمینی حقائق نے مدینہ اور اس کے اطراف وجوانب کو ایک وفاق میں داخل کر دیا جس کا دارالحکومت مدینہ تھا اور جس کے رئیس مملکت رسول اللہ ﷺ تھے، جس میں جاری دین اور غالب حکم رانی مسلمانوں کی تھی، قریش کے حملوں کی صورت میں مدینے کے دفاع کو مضبوط تر کرنے کے لیے اور ساتھ ہی پورے علاقے میں اسلام کی لائی ہوئی امن وسلامتی کی برکات سے مزید لوگوں کو مستفیض کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے دوسرے قبائل کے ساتھ دفاعی معاہدے کیے جن کا تذکرہ اِن شاء اللہ آگے آئے گا!

## اعلامیے کے اثرات ونتائج

رسول اللہ ﷺ کی سربراہی میں مدینے میں قایم یہ ریاست دس سال کے عرصہ میں پورے جزیرۃ العرب کو اپنے دائرے میں سمیٹ چکی تھی۔ چناں چہ آپ ؐ کی وفات کے بعد سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جب آپ ؐ کے جانشین کی حیثیت سے چارج لیا تو یمن، بحرین اور نجران سمیت پورا جزیرۃ العرب اس حکومت میں شامل تھا۔ اور سلطنت کے اس مذکورہ دائرہ میں جس نے بھی اسلام کی حکم رانی قبول کرنے سے انحراف کیا، خلیفہ اوّل نے ان سب سے جنگ کی اور اسلامی حکومت کی رٹ قایم کی۔ یہ سب اسلام تھا اور آج بھی جو اسلام کا احیاء چاہتا ہے اُس کے لیے ناگزیر ہے کہ وہ اقامتِ دین کے لیے اُٹھے اور وہی کام اُسی عزم سے کرے جیسے نبی ﷺ نے کیا تھا ..... .... .. اس اعلامیے کی برکات وفواید کو ہم یوں گن سکتے ہیں:

- مملکت اسلامیہ کی حدود متعین ہو گئیں، لاوے کی چٹانوں سے گھرا جوف مدینہ قبا تک اور اطراف کے قلعے جہاں تینوں یہودی قبائل قیام پذیر تھے، حدودِ مدینہ قرار پائے۔
- مدینے کے تمام قبائل قریش کے کسی بھی حملے کے خلاف دفاع کے لیے متحد و تیار ہو گئے۔
- مدینہ ایک حرم قرار پایا اور طویل عرصے کی بدامنی سے نجات ملی۔

- محمد ﷺ کے سربراہِ مملکت بننے سے یہود کی سازشیں ماند پڑ گئیں اور ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اُن کا مختلف النوع رعب و دبدبہ ضائع ہونا شروع ہو گیا۔
- یہود کو مطیعِ فرمان اور دَبکا ہوا دیکھ کر اطراف کے قبائل کے ساتھ دفاعی معاہدے آسان ہو گئے۔

## اعلامیے سے متعلق کچھ اشکالات

- بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے جن باتوں پر اہلِ یثرب کو آمادہ کیا تھا اور کچھ وعدے لیے تھے، اُن کو اُن کے اذہان میں موکد کرنے کے لیے یہ معاہدہ کیا گیا۔

سارے عرب کے ہر گورے اور کالے سے جنگ اور جوانوں کو قتل کرانے اور آپؐ پر قربان ہو جانے کی باتیں خود اہلِ یثرب کا احساس و شعور تھیں، جس کا اقرار انھوں نے اپنی تقریروں میں کیا تھا۔ نبی ﷺ کی طرف اس کو منسوب کرنا اوّلاً حقیقت کے خلاف ہے ثانیاً سوال یہ ہے کہ کیا آپؐ کو اس بیعت پر اعتماد نہیں رہا تھا [نعوذباللہ]؟ کوئی بداعتمادی تھی کہ جس کی بنا پر آپؐ نے انصار سے بیعتِ عقبہ ثانیہ کے بعد ایک اور معاہدہ کیا کہ وہ قریشِ مکہ کے خلاف دفاع میں بھرپور ساتھ دیں گے۔

- یہ اعلامیہ ایک معاہدہ تھا جس کو مسلمانوں [مہاجرین وانصار] اور یہود کے نمایندوں نے مل کر تیار کیا۔

یہ معاہدہ کب، کہاں ہوا، اوس اور خزرج کے اور مہاجرین کے کون سے نمایندے رسول اللہ ﷺ سے معاہدہ کرنے آئے تھے۔ کس نے اس معاہدے پر دستخط کیے تھے؟ اللہ، اللہ، یہ سارے تو آپؐ کے اشارہ چشم ابرو پر سر کٹانے کے لیے مدینے میں ایک جماعت بنے تھے!

- اس اعلامیے نے مدینے میں بسنے والے تمام طبقوں بشمول یہود و مشرکین کو ایک ملت قرار دیا

مدینے میں آپ کی تشریف آوری کے موقع پر وہاں کے باشندے چار عقیدوں، مشرکانہ جاہلیت، عیسائیت، یہودیت اور اسلام پر قایم تھے۔ یہ سب ایک جغرافیائی وحدت میں رہنے والی ملت قرار پائے☆، جو مشترکہ دفاعی، معاشی اور معاشرتی پہلو اور ضروریات کی خاطر تعاون کرنے والی ہو نہ کہ ایک

☆ [نہ کہ ایک عقیدے اور فکر کی علم بردار ملت جو مختلف رنگ و نسل اور لسانی و جغرافیائی کردار کے حامل انسانی گروہوں پر مشتمل ساری دنیا میں پھیلی ہوتی ہے]

ہی عقیدے اور نظریے پر یقین رکھنے والی، آخر یہ کیسی نظریاتی ملتِ واحدہ تھی جو دو دو برس کے وقفے سے یہود کے تین قبیلوں کو خارج از ملت ہی نہیں دو کو خارج از مدینہ اور آخری کو خارج از دنیا کر چکی۔

- اس میثاق کی ضرورت اُس وقت پیش آئی جب مشرکین مکہ نے سرداران یثرب / عبد اللہ بن ابی کو خط لکھا کہ مہاجرین کو نکال دیا جائے۔ اِس صورتِ حال میں گمان کیا گیا کہ کہیں اہلِ یثرب آپؐ کو پناہ دینے کو اپنی غلطی تسلیم کر کے آپؐ کو اُن کے حوالے نہ کر دیں۔

انصارِ مدینہ کے بارے میں یہ بدگمانی ہے، اُن کے بارے میں اس سے زیادہ بری بات سوچی بھی نہیں جاسکتی۔ انصار سے محبت اور اُن کی تعظیم مسلمانوں کے ایمان کا حصہ ہے، ہمیں یہ تعلیم رسول اللہ ﷺ نے دی ہے۔ اُنھوں نے آپؐ کو جب پناہ دی جب آپؐ کے شہر والے آپؐ کے درپئے آزار تھے۔

- یہ میثاق مواخات کی غلطیوں کو رفع کرنے کے لیے تھا؟

مواخات کا عقد اس اعلامیے سے بعد کی بات ہے۔

- چوں کہ بنو نضیر، قریظہ اور قینقاع کے نام نہیں آئے لہذا اس معاہدے میں اِن قبیلوں کے یہود شامل نہیں ہیں اس معاہدے میں صرف اُن غیر بنی اسرائیلی عرب قبائل کے وہ مشرکین شامل ہیں جنھوں نے یہودیت اختیار کر لی تھی۔

اس دلیل سے تو پھر یہ بھی ثابت ہوا کہ چوں کہ اوس اور خزرج کے نام بھی نہیں آئے لہذا وہ بھی خارج قسمت ...... ...... ..... رہ گئے بس انگلیوں پر گنے جاسکنے والے چند لوگ جن کے لیے یہ سارا معاہدہ تاریخ کے ایوانوں میں کھڑا داد وصول کر رہا ہے۔

- اس معاہدے کے ذریعے اہلِ یثرب اور مہاجرین میں مفاہمت پیدا کرنے کی کوشش کی گئی!!

کیا اس معاہدے سے قبل وہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے پر آمادہ تھے اور اہلِ یثرب مہاجرین کو دھکے دے دے کر مکہ بھگانا چاہتے تھے، تحقیق کے نام پر مدینے کی بے مثال قابلِ تحسین ایثار و قربانی کو ضائع نہیں ہونا چاہیے! بیعت عقبہ اوس اور خزرج کے ساتھ ہوئی تھی نہ کہ یہود کے ساتھ، اس لیے یہود کے ساتھ معاہدہ ہونا خارج از امکان ہے اور معاہدے کے سرنامے میں اُن کا تذکرہ بھی نہیں ہے۔

سارا خلطِ مبحث اس لیے ہے کہ اس اعلامیے یا چارٹر کو ایک معاہدہ سمجھا جا رہا ہے اور اس لیے کہ زبردستی یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ یہ اعلامیہ بیعت عقبہ ثانیہ کا تتمہ اور عقد مواخات سے پیدا شدہ غلط فہمیوں کو رفع کرنے کے لیے کیا گیا ہے۔ مکرر عرض ہے کہ کہیں کسی معاہدے کی مجلس میں یہ تحریر نہیں لکھی گئی اور نہ ہی مذکور تمام فریقین کے نمایندے جمع ہوئے اور نہ دستخط ہوئے۔ اس اعلامیے یا چارٹر کا بیعت عقبہ ثانیہ سے کوئی تعلق نہیں نہ یہ تحریر اُس کو موکد کرتی ہے اور نہ اُس کی کمیوں اور ابہامات [اگر کسی کے گمان میں ہیں تو اُن] کو دور کرتی ہے، انصار اُس بیعت پر مرتے دم تک قایم رہے۔ اُن پر شبہ کرنا ایسی ناشکری ہے جس کی انسانی تاریخ مثال نہیں دے سکتی۔ رہا مواخات کا معاملہ تو وہ اس اعلامیے کے بعد کی بات ہے۔ سرنامے میں یہ تذکرہ ہے کہ جنھوں نے اُن کے ساتھ جنگ کی [ماضی کا صیغہ ہے] بنو اسرائیلی تینوں قبیلوں کے یہود جنگ بعاث میں اوس و خزرج کے ساتھ تھے۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ اس دستاویز کو بیعت عقبہ ثانیہ سے جوڑنے کا خیال اسلامی تاریخ میں شاید پہلے کسی کو نہیں آیا ہے۔

☆☆☆☆☆

# ضمیمہ

محققین اور اسلامی تاریخ کے طلبہ اور اساتذہ کو ہم تجویز کرتے ہیں کہ وہ جناب ڈاکٹر نثار احمد صاحب کی کتاب 'عہدِ نبوی میں ریاست کا نشو و ارتقا'☆ اور جناب محمد رفیق ڈوگر صاحب کی کتاب 'الامین'☆☆ جلد دوم کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔ اس دستاویز کا مکمل متن قدیم ترین سیرت نگار ابنِ اسحاق نے پوری طرح نقل کیا ہے اور بعد میں ابو عبید نے اپنی کتاب 'الاموال' میں اسے درج کیا ہے۔ عام طور پر سیرت ابنِ ہشام سے اس کو اخذ و نقل کیا جاتا ہے۔ ہم نے اس کو ابنِ ہشام اور ڈاکٹر نثار کی کتاب سے لیا ہے اور ترجمہ بیشتر اُن ہی کا ہے تاہم قارئین تک اس کا اصل مفہوم آسان زبان میں پہنچانے کے لیے کچھ حذف و اضافے سے کام لیا ہے۔

## اعلامیہ [المعروف بہ میثاقِ مدینہ یا معاہدہ]

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

۱. یہ حکم نامہ [کتاب، تحریری دستاویز] ہے اللہ کے نبی محمد (ﷺ) کی جانب سے قریش[۲۵] اور یثرب کے اہلِ ایمان اور ان لوگوں کے باب میں جنھوں نے اُن کی پیروی کی تھی اور اُن کے ساتھ

☆ شائع کردہ نشریات، لاہور، ۲۰۰۸

☆☆ دید شنید پبلشرز، لاہور ۲۰۱۳ء

۲۵ قریش سے مراد مکہ میں مقیم کفّار ہیں، قریش کے تھوڑے سے لوگ جو ایمان لے آئے اب وہ مدینے میں قریش نہیں ہیں بلکہ اُن کی عرفی حیثیت مہاجر ہے، وہ خون قبیلے اور خاندان کے سارے رشتے ختم کر کے مدینے میں آئے تھے۔ قریش سے مراد اب کفارِ مکہ ہی ہیں۔ بلال رضی اللہ عنہ کی فجر کی اذان سے قبل روزانہ کی یہ دعا کہ اے اللہ قریش کو ایمان کی توفیق دے! ثابت کرتی ہے کہ فتح مکہ سے قبل کے دور میں قریش کی اصطلاح، کفارِ مکہ ہی کے لیے استعمال ہوئی۔ پوری دستاویز میں جہاں کہیں لفظ قریش آیا ہے، اُس سے مراد کفار قریش ہیں جو مکہ میں مقیم ہیں۔ ہم نے اردو میں اس کو واضح کرنے کے لیے جا بجا صرف قریش کے بجائے قریشِ مکہ کے الفاظ استعمال کیے ہیں، تاہم جہاں اس وضاحت کی زیادہ ضرورت محسوس نہیں کی جان لیا جائے کہ مراد کفارِ قریش ہیں۔

شامل ہو کر جنگ کی تھی[26] [مراد ہیں اوس و خزرج کے حلیف یہودی قبائل بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ]۔

۲. یہ لوگ[27] دنیا کے (حجاز میں بسنے والے دوسرے) لوگوں سے ممتاز و ممیز ایک علیحدہ (سیاسی) وحدت متصور ہوں گے۔

۳. مہاجرین جو قریش میں سے ہیں علی حالہٖ دیتوں اور خون بہا وغیرہ کے معاملات میں اپنے قبیلے کے طے شدہ رواج پر عمل کریں گے، اپنے قیدیوں کو مناسب فدیہ دے کر چھڑائیں گے اور دوسرے مسلمانوں کے ساتھ عدل و انصاف کا برتاؤ کریں گے۔

۴. اور[28] بنی عوف کی تمدنی اور معاشرتی حیثیت و حقوق برقرار رہیں گے ☆ اور خون بہا وغیرہ کا طریقہ

۲۶ جنگِ بعاث میں اوس کے حلیف بنو قینقاع تھے اور خزرج کے حلیف بنو نضیر اور بنو قریظہ تھے۔ اصل عربی عبارت جو ابن ہشام نے نقل کی ہے، وہ یہ ہے: و من تبعھم، فلحق بھم، و جاھد معھم اس کے ترجمے میں حال مطلق کے بجائے، ماضی مطلق بہتر ہے، اس موضوع پر عرب انشاپردازوں کے انگریزی ترجموں کے حوالے سے بڑی عمدہ بحث جناب محمد رفیق ڈوگر صاحب نے اپنی کتاب 'الامین' کی جلد دوم [دید شنید پبلشرز، لاہور ۲۰۱۳ء] صفحہ ۱۴۰ میں کی ہے۔ وہ عرب مترجمین کا کیا گیا انگریزی ترجمہ نقل کرتے ہیں:

Those who followed them and joined them and labored or struggled with them

۲۷ اشارہ ہے پہلی دفعہ میں مذکورہ گروہوں کی جانب یعنی قریش اور یثرب کے مسلمان اور اِن مسلمان یثربی قبائل میں موجود تمام غیر مسلم افراد بھی جو قبیلے کے نظم کی پیروی کرتے ہیں اور اِن قبائل کے ساتھ معاہد یہود جو اِن کے ساتھ مل کر اِن کے دشمنوں سے جنگ کرتے ہیں اور ابھی ماضی قریب میں جنگ بعاث میں اِن مسلمان قبیلوں کے ساتھ مصروفِ جنگ رہے تھے، مراد ہیں بنو نضیر، بنو قریظہ اور بنو قینقاع اور دیگر تمام یہودی جو اِن مسلمان یثربی قبائل کے زیر سایہ ایک نوع کے صحیفے کے تحت محفوظ و مامون حدودِ یثرب میں ہیں، اس میں خیبر کے یہود شامل نہیں ہیں۔

۲۸ اس اعلامیے کی متعدد دفعات کو قارئین لفظ "اور" سے شروع ہوتا پائیں گے۔ نبی ﷺ کا اصل جاری کردہ مسوّدہ ایک مسلسل تحریر ہے، جس میں نمبر وار شقیں نہیں ہیں۔ ترجمے کے بعد مترجمین نے اِن کو جب مختلف دفعات میں توڑا تو بہت ساری دفعات اپنی ماقبل سے لفظ "اور" کے ساتھ بیان ہوئی ہیں۔

اِن میں حسبِ سابق قایم رہے گا۔ ہر گروہ عدل و انصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے قیدی کو فدیہ دے کر چھڑائے گا۔

۵. اور بنو ساعدہ کی تمدنی اور معاشرتی حیثیت و حقوق برقرار رہیں گے☆ اور خون بہا کا طریقہ اِن میں حسبِ سابق قایم رہے گا۔ ہر گروہ عدل و انصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے قیدی کو فدیہ دے کر چھڑائے گا۔

۶. اور بنو حارث کی تمدنی اور معاشرتی حیثیت و حقوق برقرار رہیں گے☆ اور خون بہا و غیرہ کا طریقہ اِن میں حسبِ دستورِ سابق رہے گا۔ ہر گروہ عدل و انصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے قیدی کو فدیہ دے کر چھڑائے گا۔

۷. اور بنو جشم کی تمدنی اور معاشرتی حیثیت و حقوق برقرار رہیں گے☆ اور حسبِ سابق اپنے خون بہا مل کر ادا کریں گے اور ہر گروہ عدل و انصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے قیدی کو فدیہ دے کر چھڑائے گا۔

۸. اور بنو نجار کی تمدنی اور معاشرتی حیثیت و حقوق برقرار رہیں گے☆ اور حسبِ دستورِ سابق اپنے خون بہا مل کر ادا کریں گے اور ہر گروہ عدل و انصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے قیدی کو فدیہ دے کر چھڑائے گا۔

۹. اور بنو عمرو بن عوف کی تمدنی اور معاشرتی حیثیت و حقوق برقرار رہیں گے☆ اور خون بہا و غیرہ کا طریقہ اِن میں حسبِ سابق جاری رہے گا۔ ہر گروہ عدل و انصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے قیدی کو فدیہ دے کر چھڑائے گا۔

---

☆ قارئین اس جملے "تمدنی اور معاشرتی حیثیت و حقوق برقرار رہیں گے" کو جا بجا دفعات میں پائیں گے، مقصود اس کا یہ ہے کہ تمام پڑھنے اور سننے والوں کو معلوم ہو جائے کہ نئی حکومت کسی رائج معروف بات یا رواج کو نہیں مٹا رہی ہے۔ یہ اعلامیے کی روح کا ایک عنصر تھا۔ اس بات کا اطلاق مدینے میں آباد تمام انسانی طبقات پر تھا، جن کے نام لیے گئے اور جن کے نام نہیں لیے گئے۔

۱۰. اور بنوالنبیت کی تمدنی اور معاشرتی حیثیت و حقوق بر قرار رہیں گے ☆ اور خون بہا حسبِ سابق مل کرادا کریں گے اور ہر گروہ عدل و انصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے قیدی کو فدیہ دے کر چھڑائے گا۔

۱۱. اور بنو الاوس کی تمدنی اور معاشرتی حیثیت و حقوق بر قرار رہیں گے ☆ اور خون بہا وغیرہ کا طریقہ اِن میں حسبِ سابق قایم ہو گا۔ ہر گروہ عدل و انصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے قیدی کو فدیہ دے کر چھڑائے گا۔

۱۲. اہلِ ایمان اپنے کسی زیرِ بار قرض دار کو بے یار و مدد گار نہیں چھوڑیں گے بلکہ قاعدے کے مطابق فدیہ، دیت اور تاوان ادا کرنے میں اُس کی مدد کریں گے۔

۱۳. کسی مومن کے آزاد کردہ غلام کو کوئی مومن حلیف نہ بنائے گا۔

۱۴. اور یہ کہ تمام تقویٰ شعار مومنین متحد ہو کر ہر اُس شخص کی مخالفت کریں گے جو سرکشی اختیار کرے، ظلم، گناہ اور تعدی کے ہتھکنڈوں سے کام لے اور ایمان والوں کے درمیان فساد پھیلائے۔ ایسے شخص کی مخالفت میں ایمان والوں کے ہاتھ ایک ساتھ اٹھیں گے، اگرچہ وہ ان میں سے کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔

۱۵. کوئی مومن، کسی دوسرے مومن کو، کافر کے عوض قتل نہیں کرے گا اور نہ مومن کے خلاف وہ کسی کافر کی مدد کرے گا۔

۱۶. اور اللہ تعالیٰ کا ذمہ ایک (پناہ سب کے لیے یکساں) ہے۔ ادنیٰ ترین مسلمان بھی کافر کو پناہ دے سکتا ہے۔ اہلِ ایمان دوسروں کے مقابلے میں باہم بھائی بھائی اور مدد گار و کارساز ہیں۔

۱۷. یہودیوں میں سے جو بھی [اجتماعی معاملات میں] ہماری اتباع کرے گا تو اُسے مدد اور مساوی حیثیت حاصل ہو گی۔ اِن (یہود) پر نہ تو ظلم کیا جائے گا اور نہ ہی اُن کے خلاف کسی (دشمن) کی مدد کی جائے گی۔

۱۸. تمام اہل ایمان کی صلح یکساں اور برابر کی حیثیت رکھتی ہے۔ کوئی مومن قتال فی سبیل اللہ میں دوسرے مومن کو چھوڑ کر (دشمن سے) صلح نہیں کرے گا۔ اور اسے مسلمانوں کے درمیان عدل ومساوات کو ملحوظ رکھنا ہوگا۔

۱۹. جو لشکر ہمارے ساتھ جہاد میں شریک ہوگا اُس کے افراد آپس میں باری باری ایک دوسرے کی [آرام کے درمیان] جانشینی کریں گے۔

۲۰. اہلِ ایمان، کفار سے انتقام لینے میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔

۲۱. تمام تقویٰ شعار مسلمان اسلام کے احسن اور سب سے سیدھے راستے پر ثابت قدم رہیں گے۔

۲۲. اور (مدینے کا) کوئی مشرک (غیر مسلم اقلیت) قریش کے کسی شخص کو مالی یا جانی کسی طرح کی پناہ نہیں دے گا اور نہ مسلمان کے مقابلے پر اِس (قریشی) کی حمایت و مدد کرے گا۔

۲۳. جو شخص ناحق کسی مومن کو قتل کرے گا، اس مقتول کے عوض (بطور قصاص) قتل کیا جائے گا ۔ہاں اگر مقتول کا وارث اس کے عوض خون بہا لینے پر رضامند ہو جائے۔ تمام اہل ایمان قاتل کے خلاف رہیں گے۔

۲۴. کسی ایمان والے کے لیے جو اس دستور العمل کے مندرجات کی تعمیل کا اقرار کر چکا ہے اور اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے، یہ ہر گز جائز نہ ہوگا کہ وہ نئی بات[۲۹] نکال کر فتنہ انگیزی کرنے والے کی حمایت کرے یا اُسے پناہ دے۔ جو ایسے کسی (مجرم) کی حمایت و نصرت کرے گا یا اُسے پناہ دے گا تو وہ قیامت کے دن اللہ کی لعنت اور اُس کے غضب کا مستوجب ٹھہرے گا اور (جہاں) اُس کی نہ توبہ قبول کی جائے گی نہ (عذاب کے بدلے) کوئی فدیہ۔

**۲۵.** اور جب تم مسلمانوں میں کسی قسم کا تنازعہ ہو گا تو اُسے اللہ اور (اس کے رسول) محمد ﷺ

۲۹ کسی صاحب نے اس کا ترجمہ بدعت کیا ہے یہ بس ایسی ہی بات ہے جیسے کسی مشین مثلاً کار یا موبائل فون میں کوئی جدت لائی جائے تو اُسے بدعت کہا جائے! اس اعلامیے میں نئی بات سے مراد ایسا کوئی سیاسی یا سماجی امر ہے جس کا تذکرہ اس اعلامیے میں نہیں ہے۔ مزید وضاحت کے لیے اگلے صفحات میں شق ۴۸ کا مطالعہ مفید ہے۔

کے سامنے پیش کیا جائے گا۔

## یہودیوں کے حقوق

۲۶. اور یہودی جب مسلمانوں کے ساتھ مل کر جنگ کریں گے تو وہ اپنے حصے کے جنگی اخراجات خود ہی برداشت کریں گے۔

۲۷. اور یہود، بنی عوف اور اُن کے اپنے حلفا و موالی، مسلمانوں کے ساتھ ایک جماعت [سیاسی وحدت] متصور ہوں گے۔

۲۸. یہودی اپنے دین پر [رہنے کے مجاز] ہوں گے اور مومن اپنے دین پر کاربند رہیں گے۔ البتہ جس نے ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کیا تو وہ محض اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو مصیبت میں ڈالے گا۔

۲۹. اور بنی النجار کے یہودیوں کے بھی وہی کچھ مراعات ہیں جو بنی عوف کے یہودیوں کے ہیں۔

۳۰. اور بنی الحارث کے یہودیوں کے حقوق بھی وہی ہوں گے جو بنو عوف کے یہودیوں کے ہیں۔

۳۱. اور بنی ساعدہ کے یہودیوں کے حقوق بھی وہی ہوں گے جو بنو عوف کے یہودیوں کے ہیں۔

۳۲. بنی جشم کے یہودیوں کے حقوق بھی وہی ہوں گے جو بنو عوف کے یہودیوں کے ہیں۔

۳۳. بنی الاوس کے یہودیوں کے حقوق بھی وہی ہوں گے جو بنو عوف کے یہودیوں کے ہیں۔

۳۴. بنی ثعلبہ کے یہودی بھی اُنھی حقوق کے مستحق ہوں گے جو یہود بنو عوف کے ہیں، مگر جو ظلم اور عہد شکنی کا مرتکب ہو تو اس کی مصیبت اور اس کا وبال اس کی ذات اور اس کے گھرانے پر ہو گا۔

۳۵. جفنہ [جو بنی ثعلبہ کی شاخ ہیں] کے یہودیوں کے حقوق بنو ثعلبہ کے یہودیوں کے حقوق کے برابر ہوں گے۔

۳۶. وفاشعاری کی صورت میں یہودی بنی شطیبہ کے حقوق وہی ہوں گے جو یہودی بنی عوف کے ہیں۔

۳۷. اور بنی ثعلبہ کے موالی کے حقوق وہی ہوں گے جو اصل کے ہیں۔

۳۸. اور یہودی قبایل کی ذیلی شاخوں کو بھی وہی حقوق ہوں گے جو اصل کے ہیں۔

### مدینہ کے دفاع کی تمام باشندگان کی یکساں ذمہ داریاں

۳۹. صحیفے کا کوئی فریق بھی محمد [صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ] کی اجازت کے بغیر [کسی سے جنگ کرنے یا جنگ کے ارادے سے] نکلنے کا مجاز نہیں۔

۴۰. کسی مار یا زخم کا بدلہ لینے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی جائے گی۔ خون ریزی کے مرتکب کی ذمہ داری اُس کی ذات اور اس کے گھر پر عائد ہو گی، مظلوم کے ساتھ اللہ ہے۔

۴۱. جنگ میں ہونے والے اخراجات کے لیے یہودی اپنے خرچ کے ذمہ دار ہوں گے مسلمان اپنے خرچ کے ذمہ دار ہوں گے۔

۴۲. اس صحیفے والوں کے خلاف اگر کوئی جنگ کرے گا تو تمام شُرکا [مدینے میں آباد تمام قبائل عرب و یہود] ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ نیز خلوص کے ساتھ ایک دوسرے کی خیر خواہی اور وفا شعاری کا رویہ اختیار کریں گے اور عہد شکنی سے اجتناب کریں گے۔

۴۳. کسی شخص کو حلیف کی بد عملی کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جائے گا، مظلوم کی ہر حالت میں مدد کی جائے گی۔

۴۴. اور یہ کہ یہودی جب مسلمانوں کے ساتھ مل کر جنگ کریں گے تو وہ جنگ کے مصارف خود برداشت کریں گے۔

۴۵. صحیفے میں شریک تمام فریقوں کے لیے حدودِ یثرب کا داخلی علاقہ [جوف] حرم کی حیثیت رکھے گا۔

۴۶. پناہ گزیں، پناہ دہندہ کی مانند ہے۔ نہ کوئی اُسے نقصان پہنچائے گا اور نہ وہ عہد شکنی کر کے گناہ گار بنے۔

۴۷. اور کسی پناہ گاہ میں وہاں والوں کی اجازت کے بغیر کسی کو پناہ نہیں دی جائے گی۔

۴۸. اس صحیفے میں شریک افراد یا گروہوں کے درمیان نئی بات پیدا ہو جائے [جس کا ذکر اس صحیفے میں نہیں] یا کوئی اور جھگڑا جس سے کسی نقصان یا فساد کا اندیشہ ہو تو اس تنازعے میں فیصلہ کے لیے اللہ اور اُس کے رسول [محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ] کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ جو پوری احتیاط اور وفا شعاری کے

ساتھ اس صحیفے کی پابندی کرے گا وہی اللہ کی نگاہ میں پسندیدہ ہو گا۔

۴۹. قریش مکہ اور اُس کے حامیوں کو کوئی پناہ نہیں دی جائے گی۔

۵۰. اور یثرب پر جو بھی حملہ آور ہو، اُس کے مقابلے میں مسلمانوں اور یہودیوں پر لازم ہو گا کہ وہ ایک دوسرے کی مدد کریں۔

۵۱. اگر یہودیوں کو صلح کر لینے اور اس میں شرکت کی دعوت دی جائے گی تو وہ اسے قبول کر لیں گے۔اسی طرح اگر یہودی مسلمانوں کو شرکت کی دعوت دیں گے تو اسے قبول کرنا بھی ان پر لازم ہو گا۔ سوائے اس کے جو اللہ تعالی کے دین کی مخالفت میں جنگ کرے گا تو اس سے صلح نہیں کی جائے گی۔

۵۲. اس دستاویز سے پابند کیا گیا ہے کہ ہر شخص اور ہر گروہ شہر کے اسی حصے کی مدافعت وحفاظت کا ذمہ دار ہو گا جہاں وہ رہتا ہے۔

۵۳. اوس کے یہودیوں کو خواہ وہ موالی ہوں یا اصل، وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اس تحریر کو تسلیم کرنے والوں کو حاصل ہیں۔

☆☆☆☆☆